مقالات

جناب ارشاد احمد ارشد
سب ایڈیٹر روزنامہ "شمال" ایبٹ آباد

سعودی نظامِ مملکت اور مخالفین کا پروپیگنڈہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ"

(الحج: ۴۱)

"جن لوگوں کو ہم تمکن فی الارض عطا فرمائیں تو وہ نماز قائم کرتے، زکوٰۃ ادا کرتے، نیکی کا حکم کرتے اور برائی سے منع کرتے ہیں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے"!

اس وقت سعودی عرب دنیا کی واحد مملکت ہے جس کے حکمران اس آیۂ کریمہ کے مصداق ہیں۔ اس ملک میں نظامِ صلوٰۃ و زکوٰۃ نافذ ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی انتہائی پاسداری بھی ہے ـــ نہ صرف اندرونِ ملک، بلکہ بیرونِ ملک بھی پوری اسلامی دنیا میں سعودی عرب کی دینی تبلیغی خدمات مثالی حیثیت رکھتی ہیں ـــ اس کے ساتھ ہی ساتھ سعودی عرب دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی امداد و حمایت میں ہمیشہ پیش پیش رہا ہے۔ عرب سربراہوں کی کانفرنس، اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ کی تنظیم کا قیام، اسلامی ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس اور رابطہ عالمِ اسلامی، یہ سب تنظیمیں سعودی حکمرانوں کی مرہونِ منت ہیں۔ ان تنظیموں کا مقصد مسلمانوں کا باہمی اتحاد، ان کی خبر گیری، مختلف علاقائی اور بین الاقوامی مسائل میں عالمِ اسلام کا ایک موقف اور مسلمانوں کے مسائل کو باہم مشورہ کر کے خوش اسلوبی سے طے کرنا ہے ـــ مگر اس کے باوجود کچھ لوگ اپنے مفادات یا اپنے مخصوص عقائد کی بناء پر "ملوکیت" کے نام نہاد نعرہ کی آڑ میں سعودی حکمرانوں کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ بلکہ اس وقت کچھ ایسے رسائل بھی شائع ہو رہے ہیں جن کے اغراض و مقاصد میں "ملوکیت و بادشاہت کا خاتمہ" کا نعرہ سرِ فہرست ہے اور سادہ لوح لوگ اس پروپیگنڈہ کا شکار ہو رہے ہیں۔ درحقیقت یہ یہود و نصاریٰ کی سازش ہے، جس کا مقصد مسلمانوں کو تقسیم در تقسیم اور تفریق در تفریق کے عمل سے دوچار کرنا ہے۔

دشمنانِ اسلام پاکستان میں سعودی عرب کے خلاف وہی حالات پیدا کرنا چاہ رہے ہیں جو خلافتِ ترکی کے لیے ترکی کے اندر پیدا کیے گئے تھے۔ یہود و نصاریٰ کے اسی طرح کے پروپیگنڈہ نے ترک نوجوانوں کو عثمانی خلفاء کے بالمقابل لا کھڑا کیا تھا، پھر یہی نوجوان ان کی تحریک کا نشانہ بھی بنے اور بالآخر اپنوں اور غیروں کی بھڑکائی ہوئی اس آگ میں مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کی علامت ترکی خلافت بھسم ہو کر رہ گئی چنانچہ آج ترکی جس لادینیت کے دور سے گزر رہا ہے، وہ سب کے سامنے ہے۔ حد یہ کہ اس مسلمان ملک میں کوئی مسلمان خاتون اسلامی احکام پر عمل پیرا ہوتے ہوئے پردہ تک نہیں کرسکتی اور اسلام دشمنی میں عربی رسم الخط بھی یہاں منسوخ کیا جا چکا ہے۔

ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اگر سعودی نظامِ مملکت بادشاہی نظام ہے، تو یہی نظام ترکی دور میں بھی تھا، مگر ہندوستان کے مسلمانوں نے اس نظام کو بچانے کے لیے چلائی جانے والی تحریک کو "تحریکِ خلافت" کا نام دیا تھا اور آج تک یہی اصطلاح پاکستان کے اندر سکولوں میں پڑھائی جانے والی کتابوں میں چلی آ رہی ہے۔ یہی نہیں، بلکہ ترکوں کی حمایت میں اور برطانیہ کے خلاف اس تحریک میں مسلمانوں کا اتحاد و اتفاق مثالی تھا، ان کے ولولے مائل بہ پرواز اور ان کے حوصلے مصائب سے بے نیاز تھے چنانچہ امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ اور علی برادران ایسے لوگ اس تحریک کے میر کارواں تھے۔ ان دنوں مسلمانوں کے جذبات کا یہ عالم تھا کہ علی برادران کی والدہ کا یہ جملہ: "جان بیٹا خلافت پہ دے دو!" ہر مسلمان کی زبان پر تھا اور وہ اپنے مقصد کے حصول کی خاطر جیل جانا یا سینے پر گولی کھانا باعثِ فخر سمجھتے تھے ـــــ ادھر شاعرِ مشرق علامہ اقبال یہ کہہ کر ہندوستان اور ترکی کے مسلمانوں کے حوصلے بڑھا رہے تھے کہ ؎

اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے!
کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

بہرحال اس تحریک سے برطانیہ کے در و بام لرز اٹھے تھے اور یہ تحریک اب ہندو پاک کے مسلمانوں کی تاریخ کا ایک درخشندہ باب بن چکی ہے ـــــ تب سوال یہ ہے کہ سعودی عرب کے خلاف مذکورہ پروپیگنڈہ کا کیا جواز ہے، جبکہ اس ملک میں وہی نظام نافذ ہے جو اُن دنوں ترکی دورِ خلافت میں تھا اور جس کی حمایت میں تمام مسلمانوں نے انتہائی گرمجوشی سے حصہ لیا تھا؟

پھر صرف ترکی ہی پر کیا موقوف ہے، ذرا تاریخ کے اوراق کھنگالیے اور دیکھیے کہ جمہوریت پرستوں کے ایماء پر کیے جانے والے اس پروپیگنڈہ کی حقیقت کیا ہے؟

شیرِ میسور سلطان ٹیپو اپنے والد حیدر علی کے بعد تخت نشین ہوا تھا، یہ وہ عظیم شخصیت تھی جسے خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے کسی نے اس کی قبر پر لکھ دیا تھا :

"ذھب عزّ الروم والھند کلّھا"

یعنی سلطان ٹیپو کے بعد روم اور ہندوستان کی عزت وشوکت قصۂ پارینہ بن گئی !

سلطان ٹیپو ایک عظیم جرنیل اور مجاہد ہی نہ تھا، ایک انتہائی مدبّر حکمران بھی تھا اور میسور میں اس کا قائم کردہ نظامِ مملکت اپنے دور کا مثالی نظام تھا — کیا اس نظام میں جمہوریت نام کی کوئی چیز نظر آتی ہے ؟

اس سے بھی پیچھے جائیں تو مسلمان حکمرانوں میں اورنگ زیب عالمگیر، اس سے آگے سلطان محمود غزنوی، سلطان صلاح الدین ایوبی، نور الدین زنگی، طارق بن زیاد اور سندھ کے محاذ پر محمد بن قاسم — یہ عظیم جرنیل اور حکمران کس نظامِ مملکت اور کس دور میں ہو گزرے ہیں ؟ کیا ان کی حکومتیں جمہوری حکومتیں تھیں ؟ اور کیا آج کی جمہوری حکومتیں ان حکومتوں سے لگا کھا سکتی ہیں ؟ مزید دیکھیے کہ ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ) یہ جلیل القدر لوگ عباسی دورِ خلافت میں ہو گزرے ہیں۔ ان حضرات کا بعض مسائل میں عباسی خلفاء سے اختلاف بھی رہا، اور اس بناء پر ان میں سے تین ائمہ کو جیل میں ڈالا گیا، حتیٰ کہ امام ابوحنیفہؒ کا تو جنازہ ہی جیل سے اٹھا — بایں ہمہ عباسی خلفاء ان حضرات کو جھکانے میں ناکام رہے، مگر حیرت کی بات یہ کہ ان ائمہ میں سے کوئی ایک بھی عباسی خلفاء کے خلاف ملوکیت و بادشاہت کا نعرہ بلند کر کے بحالیٔ جمہوریت کے لیے بغاوت کا علم اٹھاتا نظر نہیں آتا ! — قارئینِ کرام غور فرمائیں کہ ائمۂ اربعہؒ اور مذکورہ بالا دیگر شخصیات کو اگر اسلامی تاریخ سے خارج کر دیا جائے تو باقی کیا بچے گا ؟ — پھر آخر آج جمہوریت کا راگ کس خوشی میں الاپا جا رہا ہے، اور اس کی حمایت میں سعودی عرب کے موجودہ نظام اور اس کے حکمرانوں کو کیوں بدنام کیا جا رہا ہے ؟

ہمارا مقصود بے جا اور ناجائز طریقہ سے سعودی حکومت کی حمایت نہیں، بلکہ حقائق کی نقاب کشائی کرنا ہے۔ اگر سعودی نظام بادشاہی نظام ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ اسلام کی کم وبیش تیرہ سو سالہ تاریخ (بنو امیہ سے لے کر ترکی خلافت کے خاتمہ تک) اور اسلام کے دامن میں بادشاہی اور ملوکیت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دشمنانِ اسلام مسلمانوں کو کسی حال میں بھی خوش نہیں دیکھ سکتے، بلکہ وہ انہیں اسلام سے ہی برگشتہ کرنا چاہتے ہیں — قرآن مجید گواہ ہے :

"وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا"!

(البقرۃ : ۱۰۹)

"اکثر اہلِ کتاب پسند کرتے ہیں کہ تمہیں ایمان لانے کے بعد (پھر سے) کافر بنا دیں۔"

وہ سعودی عرب کو مضبوط نہیں دیکھنا چاہتے، اسی لیے انہیں یہ فکر کھائے جا رہی ہے کہ اس ملک میں جمہوریت کیوں نہیں ہے۔ اگر یہاں بھی پاکستان کی طرح جمہوری طریقۂ انتخاب رائج ہو جائے اور مکہ و مدینہ کے تقدس کو پسِ پشت ڈال کر حجازِ مقدس کے لوگ بھی کرسئ اقتدار کی خاطر باہم دست بگریباں ہو جائیں، مکہ و مدینہ سیاسی اکھاڑے بن جائیں، حج و عمرہ کے انتظامات درہم برہم ہو جائیں اور آئے دن کے جلسے جلوسوں، توڑ پھوڑ، مظاہروں، ہڑتالوں، ایک دوسرے پر الزامات تراشی، نعرے بازی، کھینچا تانی، دھینگا مشتی اور سر پھٹول کی سیاست سے حجازِ مقدس کا تقدس تار تار ہو جائے، تو یہ ملک جسے عالمِ اسلام میں مرکزی حیثیت حاصل ہے، کمزور ہو جائے اور مسلمانوں کو نیچا دکھانے کے لیے اعداءِ اسلام کا خواب شرمندۂ تکمیل ہو جائے۔

امرِ واقعہ یہ ہے کہ حجازِ مقدس قطعی طور پر مغربی جمہوری نظام کا متحمل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی یہاں کا نظامِ مملکت بادشاہی نظام ہے، بلکہ یہ اسلام کا شورائی نظام ہے۔ ماضی قریب میں لیبیا اور حال ہی میں عراق اور ایران کی طرف سے بھی سعودی نظامِ مملکت پر شدید تنقید کی جاتی رہی ہے، مگر یہ محض پروپیگنڈہ ہے، ورنہ لیبیا اور عراق کے حکمران خود کیا ہیں؟ —— فوجی آمر اور ڈکٹیٹر! —— اور جہاں تک ایران کا تعلق ہے، تو اس کی حالت یہ ہے کہ اس کے آئین کی رو سے کوئی سنی العقیدہ مسلمان نہ تو وزیرِ اعظم بن سکتا ہے اور نہ اسے مسجد کی تعمیر ہی کی اجازت ہے۔ جبکہ پاکستان کا حال ان سب سے نرالا ہے۔ وہ سادہ لوح پاکستانی، جو دشمنانِ اسلام کے ہاتھوں کھلونا بن کر سعودی حکومت کے خلاف پروپیگنڈہ کر رہے ہیں، انہیں یہ بھی یاد نہیں کہ سعودی عرب نے پاکستان کو کسی بھی مشکل میں اور مصیبت کے وقت تنہا نہیں چھوڑا۔ جب سے پاکستان اور سعودی عرب کے باضابطہ سفارتی تعلقات قائم ہوئے ہیں، پاکستان پر کوئی مشکل گھڑی ایسی نہیں آئی جس میں سعودی عرب نے پاکستان کا مخلص دوست ہونے کا حق نہ ادا کیا ہو۔ ۶۵ء اور ۷۱ء کی جنگ میں سعودی عرب کے تعاون کو کیا پاکستانی بھول سکتے ہیں؟ زلزلہ اور سیلاب کے مواقع پر سعودی عرب کے مخلصانہ دستِ تعاون کو کیونکر فراموش کیا جا سکتا ہے؟ اور سانحۂ مشرقی پاکستان پر شاہ فیصل کے بہنے والے آنسوؤں کی قیمت کون چکا سکتا ہے؟ —— ان تمام حقائق کو نظر انداز کر کے سعودی حکومت کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا، اس کے

حکمرانوں پر تنقید کرنا، اور وہ بھی بے جا، انتہائی درجہ کی احسان فراموشی نہیں تو اور کیا ہے؟ —— یہ لوگ ایک چھوٹی سی بات سمجھنے سے بھی عاری ہیں کہ جب خود سعودی عرب کے لوگ وہاں کے موجودہ نظام پر خوش ہیں تو پاکستان سے اس کے خلاف اٹھنے والی آوازوں کا اخلاقی جواز کیا ہے؟ —— جب کہ خود ہمارے اس ملک کا حال یہ ہے کہ یہاں کوئی شخص ابتداءً میں بڑے زور شور، شدومد، نعروں کی گونج میں اور تحسین و آفرین کے ڈونگروں تلے، حب الوطنی اور خدمتِ اسلام کے بلند بانگ دعووں کے ساتھ برسرِ اقتدار آتا ہے، اور پھر چند ہی ماہ بعد وہ غدارِ وطن، دشمنِ اسلام کے القاب پاکر "ہائے ہائے کتا" کے نعروں کے زیرِ سایہ مسندِ اقتدار سے نیچے کھینچ لیا جاتا ہے —— بقولِ شاعر؎

ابھی ہم ناداں ہیں، بڑے سادہ مسلماں ہیں
کبھی محسن کے قاتل ہیں، کبھی دشمن پہ قرباں ہیں

ہمارے یہاں کی انہی محلاتی سازشوں کی بناء پر شاستری کو یہ کہنا پڑا تھا کہ پاکستان جتنے حکمران بدلتا ہے، میں اتنی دھوتیاں نہیں بدلتا —— میں آخر مذاکرات کروں تو کس سے کروں؟ —— مزید دیکھئے کہ وہ لوگ جنہیں ہم اپنی نمائندگی، آئین سازی اور ملکی مسائل کے حل کے لیے اسمبلیوں میں بھیجتے ہیں، ان کے لیے کوئی معیارِ تعلیم نہیں۔ کونسلر کے انتخاب سے لے کر صوبائی، قومی اسمبلی اور سینٹ کے انتخاب تک، صوبائی اسمبلی کے وزیر سے لے کر وفاقی وزیر و مشیر بننے تک کوئی میرٹ نہیں، کوئی کسوٹی نہیں —— پنجاب کے ایک وزیر کا یہ جملہ کہ "ہمیں ملک کی ترقی کے لیے طلبہ اور طالبات کے مسائل حل کرنے چاہئیں" کس بات کا ترجمان ہے؟ —— سرحد کے ایک وزیر نے : "RECOMMNDED" کے سپیلنگ لکھ کر اپنی میز کے نیچے چسپاں کیے ہوئے تھے تاکہ وہاں سے دیکھ کر "سائن" کر سکے —— یہ تحفے اور لطیفے اس ہمارے ملک کے ہیں!

اس کے برعکس سعودی عرب میں مجلسِ شوریٰ کا ممبر بننے کے لیے باقاعدہ ایک معیار ہے۔ یہ تمام ممبران اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں اور یہاں کا ہر وزیر اپنے اپنے شعبہ اور محکمہ میں انتہائی تجربہ کار ہے، معاشرہ میں ان سب کی عزت ہے، ان کی رائے کا احترام کیا جاتا ہے اور ان کی قابلیت اور ان کی حب الوطنی ہر قسم کے شکوک سے بالاتر ہے۔

سعودی مملکت چودہ ۱۴ حصوں میں منقسم ہے۔ ہر صوبہ یا علاقہ میں چالیس ۴۰ افراد پر مشتمل صوبائی مجلسِ شوریٰ ہے، جبکہ ایک مرکزی مجلسِ شوریٰ ہے جو پورے ملک کو محیط ہے اور اس کے ممبران کی تعداد ساٹھ ۶۰ ہے۔ اس کے سربراہ سابق وزیرِ عدل شیخ محمد بن ابراہیم بن جابر ہیں۔ مرکزی مجلسِ شوریٰ کا اجلاس ہر

دو ہفتہ بعد ہوتا ہے۔ان ساٹھ ممبران میں سے تینتیس۳۳ ممبران مختلف مضامین میں پی۔ ایچ۔ ڈی ہیں، گیارہ۱۱ ایم۔ اے ہیں اور سات۷ گریجویٹ، جبکہ دینی تعلیم وہاں لازمی ہے۔چھبیس۲۶ ممبران نے مصر میں، ایک نے جرمنی اور ایک نے فرانس میں تعلیم حاصل کی ہے۔ بائیس۲۲ ممبران سابق پروفیسر ہیں، پندرہ سابق سفیر، دس۱۰ بزنس مین اور صنعت کار ہیں، جبکہ دس۱۰ ممبر اعلیٰ پائے کے صحافی ہیں۔ دیگر اراکین میں سے ایک جنرل، دو میجر جنرل اور سات۷ یونیورسٹی ڈین ہیں۔ نو اراکین نے میڈیسن وایڈمنسٹریشن اور اکیس۲۱ اراکین نے انجینئرنگ میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ہے۔ دوسروں نے قانون، معاشیات، عسکری امور، سول انجینئرنگ اور امورِ داخلہ کی تعلیم حاصل کی ہے۔ عربی، انگلش، کیمسٹری، ابلاغِ عامہ، ارضیات، فنِ تعمیر اور مواصلات کی تعلیم کے ماہرین بھی شوریٰ میں شامل ہیں۔ سب سے کم عمر رکن کی عمر ۴۳ سال ہے، جبکہ معمر رکن کی عمر ۶۹ سال ہے۔

مذکورہ بالا کوائف سے سعودی مجلسِ شوریٰ کے اراکین کی قابلیت کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں سڑکوں، پلوں، بلڈنگوں کی تعمیر سالوں میں نہیں بلکہ مہینوں میں ہوتی ہے۔ ٹیلیفون کی لائنیں بچھانے والے ہفتوں میں اپنا کام ختم کرتے ہیں اور ناقص میٹریل کی وجہ سے کبھی کسی بلڈنگ یا پُل کے گرنے اور سڑک ٹوٹنے کا کوئی واقعہ آج تک پیش نہیں آیا ــــ ایک ہمارا ملک ہے کہ یار لوگوں نے یہاں پارلیمنٹ کی بلڈنگ کو بھی نہیں بخشا، اور لطف کی بات یہ کہ اس کی تعمیر میں ناقص میٹریل استعمال کرنے والوں کا آج تک محاسبہ نہیں ہو سکا۔

سعودی عرب صحرائی اور ریگستانی ملک ہونے کے باوجود آج دنیا میں گندم پیدا کرنے والا پانچواں بڑا ملک ہے ــــ جرائم اوّل تو یہاں سرے سے ناپید ہیں، اور اگر بفرضِ محال اگر کوئی جرم ہو بھی جائے تو اس کا مقدمہ سالوں تک نہیں چلتا۔ دنوں میں نپٹتا ہے ــــ مجرموں کو قرار واقعی سزا دی جاتی ہے اور بے گناہوں پر زیادتی نہیں ہو پاتی ــــ یہاں مذہب کو "بندے اور رب کا پرائیویٹ معاملہ" کہہ کر دین کا مذاق نہیں اڑایا جاتا۔ کتاب وسنت سے استہزاء نہیں کیا جاتا، بلکہ کتاب وسنّت کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بزورِ قوت وقانون انجام دیا جاتا ہے اور صحافت، تحریر وتقریر اور تصنیف وتالیف پر کتاب وسنت کا کڑا پہرہ ہے ــــ اسی طرح ایک دوسرے کو بلاوجہ غدارِ وطن اور کافر کے سرٹیفکیٹ نہیں دیے جاتے!

معاشرہ میں اخوت، محبت، مساوات، باہمی ہمدردی والفت کا دور دورہ ہے۔ لڑائی جھگڑے، مار کٹائی، گندی گالیوں اور بکواسات کی نوبت نہیں آتی، بلکہ ہر طرف مکمل امن وامان ہے۔

گلیوں، بازاروں اور دوکانوں پر آپ کو گندے، لچر اور بیہودہ فلمی نغموں کے بول اور تانیں نہیں سنائی دیں گی۔ مرد و عورت تو کجا دیگر جاندار چیزوں کی تصویریں بھی وہاں عنقا ہیں — کاش سعودی عرب پر کیچڑ اچھالنے والے اپنے گریبان میں بھی جھانکیں اور اپنے ملک کا بھی جائزہ لیں، جہاں کی ہر دوکان اور ہر بازار کسی سینما ہال اور تھیٹر کا منظر پیش کرتا ہے جب کہ اخبارات گندی اور غلیظ تصویروں سے پُر دعوتِ گناہ دیتے نظر آتے ہیں — ہمیں چاہیے تو یہ تھا کہ سعودی عرب کی مثال سامنے رکھتے ہوئے اپنے ہاں بھی اصلاحِ احوال کی کوشش کرتے، لیکن یہاں تو "حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ"[1] کا منظر ہے جو کسی صورت بھی قابلِ تعریف نہیں، بلکہ انتہائی مذموم حرکت ہے — ہم یہ نہیں کہتے کہ سعودی معاشرہ میں خوبیاں ہی خوبیاں ہیں اور غلطی کہیں بھی نہیں؛ تاہم اس کی اچھائیاں، نیکیاں اور خوبیاں اس کی خامیوں پر غالب ہیں — بقولِ شاعر ؎

قدم انسان کا راہِ دہر میں تھرا ہی جاتا ہے
چلے کتنا ہی کوئی بچ کے ٹھوکر کھا ہی جاتا ہے!

---

[1] "ان کے دلوں کی طرف سے حسد کی بناء پر، حالانکہ حق تو ان کے لیے ظاہر ہو ہی چکا ہے"!

خوشخبری

میٹرک پاس طلباء / طالبات گھر بیٹھے بذریعہ ڈاک فاضل عربی کر کے بحیثیت عربی ٹیچر / او ٹی ٹیچر اور دیگر سرکاری ملازمت کریں۔

داخلہ فارم اور پراسپکٹس منگوانے کے لیے صرف پانچ روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔

پرنسپل
طور عربیک کالج — ماہی چوک تاندلیانوالہ
ضلع فیصل آباد